اسلامی انقلاب اور ہمارے فرائض

لیفٹیننٹ کرنل (ریٹائرڈ) ڈاکٹر غلام فرید بھٹی صاحب

(۲)

۹ - ملکی ذرائع ابلاغ | ذرائع ابلاغ بھی ایک اہم تعلیمی ادارہ ہے۔ فلم، ریڈیو، ٹیلی وژن، اخبارات، رسائل، وی سی آر، ٹیپ ریکارڈ، سب عوام کی تعلیم و تربیت میں اہم کردار ادا کرتے ہیں۔ ذرائع ابلاغ جس ذہن اور فکر کے لوگوں کے ہاتھوں میں ہوں گے، اسی قسم کے پروگرام مرتب ہوں گے اور جس قسم کے پروگرام ہوں گے اسی قسم کی عوام کی تربیت ہوگی۔ اصلاحِ معاشرہ کے کام کے لیے ذرائعِ ابلاغ کی طرف توجہ دینا اور انہیں تعمیری اور پختہ ذہن قوتوں کی زیرِ نگرانی لاکر نئے انداز سے چلانا نہایت ضروری ہے۔ کسی خاص موضوع پر رائے عامہ بنانے کے بارے میں ذرائعِ ابلاغ اہم کردار ادا کرتے ہیں۔

ایسے ممالک میں جہاں پڑھی لکھی آبادی کا تناسب بہت تھوڑا ہو، وہاں لٹریچر اور تحریری مواد کی بجائے سمعی اور بصری ذرائع زیادہ کارآمد ثابت ہوسکتے ہیں۔ ان ذرائع میں یعنی دیکھنے اور سننے والے ذرائع ابلاغ میں فلم، ریڈیو، ٹیلی وژن، وی سی آر اور ٹیپ ریکارڈ نہایت اہم ہیں۔

اس بات کی شدید ضرورت ہے کہ ذرائع ابلاغ کو فحش اور بے حیائی، بداخلاقی اور جرائم پھیلانے کی بجائے مسلمانوں کو ایمان اور اسلامی عقائد سمجھانے پر صرف کیا جائے۔

۱۰ - عوام الناس کی تعلیم و تربیت | کہا جاتا ہے کہ معاشرہ دو طبقوں، عوام اور خواص پر مشتمل

ہوتا ہے۔ خواص کا طبقہ پڑھے لکھے اور ذہین لوگوں پر مشتمل ہوتا ہے اور وہ ہمیشہ عوام الناس کی رہنمائی کرتا ہے۔ ہماری اب تک کی حکمتِ عملی یہی رہی ہے کہ طبقہ خواص کو متاثر کیا جائے۔ جس کے لیے ہم نے بے شمار تحریکی لٹریچر پیدا کیا، لیکن چالیس سال گزر جانے کے بعد بھی یہ مملکت عملی طور پر ایک واقعی اسلامی مملکت نہ بن سکی۔ آخر کیوں؟

اگر آپ ایماندارانہ تجزیہ کریں تو ہم اس نتیجہ پر پہنچتے ہیں کہ اس ملک کی پڑھی لکھی آبادی تقریباً پچیس فی صد کے قریب ہے۔ بڑی مشکل سے اس پڑھی لکھی آبادی کے نصف کو سنجیدہ کتب پڑھنے کا شوق ہے، ورنہ وہ ناول، افسانے اور دوسرے مخرب الاخلاق لٹریچر کی زیادہ دلدادہ ہے۔ اس طرح پورے ملک کی آبادی کا تقریباً ۱۲ فیصد طبقہ سنجیدہ لٹریچر پڑھنے کا عادی ہے۔ اگر اس ۱۲ فیصدی کے بھی نصف کے متعلق ہم یہ سمجھ لیں کہ وہ مذہبی لٹریچر پڑھنے کا عادی ہے تو بہت غنیمت ہے۔ ورنہ اس سنجیدہ لٹریچر میں درسی کتب، سائنس کے مضامین اور عمرانی علوم بھی شامل ہیں۔ گویا اس طرح ملک کا تقریباً سات فیصدی طبقہ مذہبی لٹریچر پڑھتا ہے۔

اب اگر اس سات فیصد مذہبی لٹریچر پڑھنے والے طبقہ کو شیعہ، سنی، دیوبندی، بریلوی، اہل حدیث اور دوسرے طبقوں میں تقسیم کر دیا جائے تو ہم خود فیصلہ کر لیں کہ خالصتہً تحریکی لٹریچر اس ملک کے سات فیصد مذہبی طبقے میں سے کتنی فیصدی کے حصے میں آتا ہوگا؟

کیا اس تخمینے سے یہ اندازہ لگانا مشکل ہے کہ جب اس ملک میں انتخابات ہوتے ہیں تو تحریکِ اسلامی سے متاثر کتنے آدمی حکومت کے ایوان تک پہنچ سکتے ہیں۔

ووٹ دیتے وقت ان پڑھ یا پڑھے لکھے آدمی کے ووٹ میں کوئی فرق نہیں ہے، جس پارٹی کے حق میں زیادہ ووٹ ڈالے جائیں گے، وہی پارٹی حکومت کی مستحق ٹھہرے گی۔ گویا حکومتیں محض کھوپڑیوں سے بنتی ہیں اور دماغوں سے چلتی ہیں۔

اسلامی انقلاب کے بارے میں اب تک ہماری حکمتِ عملی یہی رہی ہے کہ ہمیں یہ انقلاب پُرامن اور آئینی ذرائع سے لانا ہے جس کا مقصد ہے کہ یہ انقلاب صرف

انتخابات[1] کے ذریعے آنا ہے۔ اگر ایسا ہی ہے تو پھر حکومت بنانے کے لیے طاقت کا توازن اس ملک کے ۲۵ فیصد پڑھے لکھے طبقے کے ہاتھ میں نہیں ہے[2]۔ بلکہ اس ملک کے ۷۵ فیصد اَن پڑھ عوام کے ہاتھ میں ہے۔ لیکن ہم نے کس قدر کام اَن پڑھ طبقے کے لیے کیا ہے۔ تحریکی لٹریچر سے اَن پڑھ عوام کس طرح استفادہ کر سکتے ہیں۔

ضرورت اس امر کی ہے کہ جہاں ہم پڑھے لکھے طبقے کو بھی پہلے کی طرح نظر انداز نہ کریں وہاں اب اَن پڑھ عوام کی طرف پہلے سے کہیں زیادہ توجہ دیں۔ اَن پڑھ افراد سمعی اور بصری ذریعے سے ہی[3] استفادہ کر سکتے ہیں۔ ریڈیو اور ٹیلی وژن حکومت کے قبضہ و اختیار میں ہیں۔ حکومت

---

[1] اتنی کڑی پابندی اور اتنا "حصر" معلوم نہیں کیوں پیدا کر لیا گیا ہے۔ سیدھی سی بات ہے کہ پارلیمانی سسٹم اور اس کے نظامِ انتخابات میں اپنی دعوت اور پروگرام کو لے کے اصلاحِ ادارۂ حکومت کے لیے بھی جانا ہے، لیکن یہ ضروری نہیں کہ صرف یہی طریقہ کار ہمارا مستقل طریقہ کار ہو اور تا دمِ آخر ہم اسی پر گامزن رہیں، چاہے نتائج و احوال کیسے ہی کیوں نہ نکلیں اور تجربات و مشاہدات سے کچھ ہی اسباق کیوں نہ ملیں۔ ہم بنیادی طور پر ایک انقلابی دعوت کے علمبردار ہیں۔ داعی، شاہد اور مجاہد ہیں۔ مختلف دائروں میں کام کر کے ہی انقلاب کا راستہ بنایا جا سکتا ہے۔ (مدیر)

[2] پڑھے لکھے طبقے میں لٹریچر کے ذریعے کام کی ابتدا کرنے کا مقصد یہ تھا اور اب بھی ہے کہ اس طبقے کے جو لوگ تحریکِ اسلامی کے سپاہی بنتے جائیں۔ وہ اپنے گرد و پیش پھیلے ہوئے اَن پڑھ عوام میں کام کریں۔ اور اجتماعی نظم مختلف ذرائع سے ان کی مدد کرے۔ (مدیر)

[3] یہاں پھر "ہی" کا استعمال دائرے کو تنگ کر دیتا ہے۔ اَن پڑھ عوام میں ان کے ساتھ نشست و برخاست کر کے بالمشافہ سادہ گفتگوئیں کرتے ہوئے اور ان کے مصائب میں ہمدردی کرتے ہوئے اُن کے دلوں کو قبولِ حق کے لیے تیار کرنے کا بہت کام ہو سکتا ہے اور ہوتا رہا ہے۔ (مدیر)

کا فرض ہے کہ ان ذرائع ابلاغ کے ذریعے عوام کی اسلامی خطوط پر تعلیم و تربیت کرنے میں اپنی پوری قوت صرف کرے تاکہ وہ بہت جلد شرمندۂ تعبیر ہو، جس کے لیے اللہ تعالیٰ نے یہ ملک برصغیر کے مسلمانوں کو ایک تحفہ، ایک احسان، ایک امانت، اور ایک آزمائش کے طور پر دیا ہے۔

سمعی اور بصری ذریعوں میں دوسرا بڑا اہم ذریعہ ٹیپ ریکارڈ کا ذریعہ ہے جو خود عوام کے اپنے ہاتھ میں ہے۔ اس بات کی شدید ضرورت ہے کہ مزید وقت ضائع کیے بغیر فوری طور پر سادہ، مؤثر اور آسان تحریکی لٹریچر منتخب کر کے اُس کو ٹیپ پر نہایت دلکش انداز میں منتقل کر دیا جائے، تاکہ اَن پڑھ عوام کی اکثریت اُس سے اسی طرح استفادہ کر سکے جس طرح پڑھا لکھا طبقہ اس سے استفادہ کر رہا ہے۔

جب عوام کی اکثریت ذہنی طور پر مسلمان ہو گی تو توقع کی جا سکتی ہے کہ جن نمائندوں کو چنیں گے اور جو حکومت اُبھرے گی وہ بڑی حد تک اسلامی رجحانات سے آراستہ ہو گی اور کم سے کم مخالفِ اسلام نہیں ہو گی۔ اور اگر ایسی حکومت کوئی غیر اسلامی حرکت کرے گی تو وہ خود بخود عوام کے لیے ناقابلِ برداشت ہو گی، لہٰذا وہ عوامی دباؤ کی وجہ سے اُس صورت میں چل ہی نہ سکے گی، جب تک عوام کی اسلامی خواہشات کا احترام نہ کرے گی۔

لہٰذا ضروری ہے کہ تعلیم یافتہ نوجوان اور علمائے کرام شہروں، قصبوں اور دیہات کی اَن پڑھ آبادیوں میں دینِ اسلام کی واقفیت پیدا کرانے میں فوری طور پر لگ جائیں اور اب مزید وقت ضائع نہ کریں۔ اِس مقصد کے لیے تمام جدید ذرائع ابلاغ جہاں تک ممکن ہو استعمال میں لائے جائیں۔

۱۱۔ اسلامک میڈیکل ایسوسی ایشن حال ہی میں پاکستان میں اسلامک میڈیکل ایسوسی ایشن کے نام سے ڈاکٹروں کی ایک نئی تنظیم وجود میں آئی ہے۔ یہ تنظیم طب کے پلیٹ فارم سے اس ملک کی نظریاتی بنیادوں کے لیے نشر و اشاعت اور تعلیم و تربیت کا کام کرے گی۔ دوسرے کئی اسلامی ممالک میں بھی ایسی ہی تنظیمیں وجود میں آ چکی ہیں۔ یہ ساری تنظیمیں ایک بین الاقوامی فیڈریشن آف اسلامک میڈیکل ایسوسی ایشن سے وابستہ ہو چکی ہیں۔

ایک ڈاکٹر طالب علم، استاد اور پھر ڈاکٹر کے روپ میں معاشرے کا فرد بنتا ہے، اُسے تعلیمی ادارے اور معاشرے دونوں محاذوں پہ اپنا تحریکی کام جاری رکھنا چاہیے۔ ایک ڈاکٹر کی حیثیت سے اس کا براہِ راست تعلق پڑھے لکھے اور ان پڑھ ہر قسم کے عوام سے ہے۔ مریض ہونے کی حالت میں انسان خدا کے سب سے زیادہ نزدیک ہوتا ہے۔ اِسی مخصوص وقت پر ڈاکٹر اور مریض کے اس براہِ راست رابطے کو تحریکی اور نظریاتی مقاصد کے لیے پوری طرح استعمال ہونا چاہیے۔

بے شمار نفسیاتی امراض ایسے ہیں جو محض غیر دینی مادی کردار کی پیدا وار ہیں۔ اگر مریض کو اِن حالات میں اپنے خدا سے رابطہ اور اس سے رہنمائی حاصل کرنے کے بارے میں قائل کر لیا جائے تو مرض کے علاج میں بھی یہ بات بہت زیادہ کار آمد ہوگی اور خود مریض کی بقیہ زندگی میں بھی اُسے سکونِ قلب نصیب کرے گی۔

اِسی طرح طبی اداروں اور ہسپتالوں میں غیر اسلامی رجحانات کے خاتمے اور دین کی نشر و اشاعت میں ایک ڈاکٹر کو ایک مسلمان کی حیثیت سے اپنا فرض ضرور ادا کرنا چاہیے۔ ایک استاد کی حیثیت سے ایک ڈاکٹر اپنے طلباء کی نہ صرف پیشہ وارانہ تربیت کر سکتا ہے، بلکہ نظریاتی تربیت بھی۔ اور اسے اپنے اِس مشن میں کبھی بھی دوسرے مسلمان طبقے سے پیچھے نہیں رہنا چاہیے۔ (باقی)